



کلاس: 12th

مضمون: اردو

سبق 10: قرطبہ کا قاضی

سید امتیاز علی تاج (1900ء تا 1970ء)

❖ اہم معروضی سوالات:

1. قاضی یحییٰ بن منصور کا مکان کس شہر میں واقع ہے؟

(ا) قرطبہ

(ب) غرناطہ

(ج) دمشق

(د) بغداد

2. ایوان سے شہر کا کون سا منظر دکھائی دیتا ہے؟

(ا) محل

(ب) چوک

(ج) بازار

(د) مسجد

3. گلی کے دوسری طرف دروازے میں کیا خاصیت ہے؟

(ا) لکڑی کا دروازہ

(ب) سلاخیں لگی ہوئی ہیں

(ج) کھلا دروازہ

(د) پردوں سے ڈھکا ہوا

4. بائیں جانب اوپر جانے کے لیے کیا بنایا گیا ہے؟

(ا) پتھروں کا زینہ

(ب) لکڑی کی سیڑھی

(ج) رسی

(د) ڈھلوان

5. اوپر کے کمرے کی کھڑکی کس جگہ کھلتی ہے؟

(ا) صحن میں

(ب) ایوان میں

(ج) گلی میں

(د) عدالت میں

6. ایوان کی بڑی میز پر کیا رکھا ہوا ہے؟

(ا) کتاب

(ب) شمع دان

(ج) چراغ

(د) تلوار

7. دیواروں پر کس قسم کی اشیاء آویزاں ہیں؟

(ا) تصویریں

(ب) اسلحہ اور جانوروں کے سر

(ج) قالین

(د) پردے

8. صبح کے دھندلکے میں ایوان میں کون موجود ہے؟

(ا) قاضی

(ب) زبیر

(ج) حلاوہ

(د) عبداللہ

9. حلاوہ ایوان میں کس حالت میں بیٹھی ہے؟

(ا) کرسی پر

(ب) سر گھٹنوں سے لگائے

(ج) لیٹی ہوئی

(د) کھڑی ہوئی

10. عبدالله حلاوہ سے کیا کہتا ہے؟

(ا) دروازہ بند کرو

(ب) شمعیں گل کر دو

(ج) باہر چلو

(د) دعا کرو

11. حلاوہ کے مطابق آج کا دن کیسا ہوگا؟

(ا) خوشی بھرا

(ب) عام

(ج) سولی پر زبیر کی لاش لٹکتی ہوئی

(د) آرام دہ

12. عبدالله کے مطابق پورے قرطبہ میں کتنے مرد زبیر کو پھانسی دینے کو تیار ہیں؟

(ا) سب

(ب) کوئی نہیں

(ج) کچھ لوگ

(د) صرف سپاہی

13. حلاوہ کے نزدیک قاضی کا حکم کس قدر اہم ہے؟

(ا) معمولی

(ب) لازمی

(ج) غیر ضروری

(د) وقتی

14. زبیر کا جرم کیا تھا؟

(ا) چوری

(ب) قتل

(ج) جھوٹ

(د) دھوکہ

15. زبیر نے کس کو قتل کیا؟

(ا) قاضی

(ب) قاضی کے مہمان

(ج) عبداللہ

(د) سپاہی

16. پھانسی گھاٹ کہاں واقع ہے؟

(ا) ایوان

(ب) عدالت

(ج) چوک

(د) گلی

17. قاضی سب سے پہلے کس سوال سے بات شروع کرتا ہے؟

(ا) زبیر کہاں ہے؟

(ب) موت کا ڈھنڈورا کیوں نہیں پٹ رہا؟

(ج) لوگ کہاں ہیں؟

(د) بجوم کیا کر رہا ہے؟

18. ڈھنڈورا کیوں نہیں پٹ رہا؟

(ا) وقت کی کمی

(ب) اجازت نہیں

(ج) ڈھنڈورا پیٹنے والا موجود نہیں

(د) شور منع ہے

19. ناظر عدالت کے لوگ کہاں موجود ہیں؟

(ا) ایوان میں

(ب) اوپر کے کمرے میں

(ج) نچلی منزل میں

(د) چوک میں

20. حلاوہ زبیر کو کب سے پال رہی تھی؟

(ا) بچپن سے

(ب) جب اس کی ماں مر گئی تھی

(ج) نوجوانی سے

(د) شادی کے بعد

21. زبیر کو پھانسی کون دیتا ہے؟

(ا) جلا د

(ب) قاضی خود

(ج) عبداللہ

(د) ناظر عدالت

22. پھانسی کے وقت ہجوم کس طرح کا رد عمل دیتا ہے؟

(ا) خوش

(ب) خاموش

(ج) ہنس رہا ہے

(د) رقص کر رہا ہے

23. حلاوہ زبیر کو کس کے ہاتھوں دیکھتی ہے؟

(ا) عبدالله

(ب) قاضی

(ج) سلطان

(د) ناظر عدالت

24. عبدالله حلاوہ کو کیا نصیحت کرتا ہے؟

(ا) گواہی دو

(ب) دعا کرو

(ج) چوک میں جاؤ

(د) شور مچاؤ

25. قاضی اپنے کمرے میں کس طرح خود کو بند کر لیتا ہے؟

(ا) تالے کے ساتھ

(ب) کھڑکی بند کر کے

(ج) دروازہ بند کر کے

(د) دونوں تالے لگا کر

26. حلاوہ کے مطابق زبیر کا خون کس میں شامل ہے؟

(ا) زبیر کے دوست میں

(ب) اس کے جسم اور ہڈیوں میں

(ج) صرف روح میں

(د) قاضی میں

27. عبداللہ کے مطابق زبیر نے یہ قتل کس وجہ سے کیا؟

(ا) حسد

(ب) محبت کی غیرت

(ج) دولت کی خاطر

(د) انتقام

28. قاضی کا رویہ پھانسی کے بعد کیسا ہے؟

(ا) خوش

(ب) مضطرب اور کانپ رہا

(ج) غصے میں

(د) بے پروا

29. زبیر کا انجام کیا ہوا؟

(ا) رہائی

(ب) قید

(ج) سولی پر لٹکنا

(د) جنگ میں مارا جانا

30. آخر میں قاضی نے کیا فیصلہ کیا؟

(ا) خود پھانسی دینے کا

(ب) ناظر عدالت سے دینے کا

(ج) عبداللہ سے دینے کا

(د) ہجوم سے دینے کا

❖ خلاصہ: قرطبہ کا قاضی

یہ واقعہ غرناطہ میں قاضی یحییٰ بن منصور کے مکان میں پیش آتا ہے۔ قاضی کا ایوان شہر کے چوک پر نظر آنے والے دریچوں سے کھلتا ہے، اور گلی کے پار ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جس میں سلاخیں لگی ہیں۔ ایوان میں بڑی میز، شمع دان، کرسیاں، پیچ اور دیواروں پر اسلحہ اور جانوروں کے سر لگے ہوئے ہیں۔

صبح کے دھندلے میں حلاوہ غمگین اور مایوس حالت میں بیٹھی ہے، سر گھٹنوں پر رکھے ہوئے۔ عبد اللہ اندر آ کر اسے شمعیں گل کرنے کو کہتا ہے، جس پر حلاوہ جواب دیتی ہے کہ صبح کا وقت کسی بھی شمع کو نہیں روک سکتا۔ حلاوہ اپنے لال کی حالت پر فکر مند ہے اور کہتی ہے کہ آج کا دن بہت کالی صبح ہے۔

عبد اللہ اسے یقین دلاتا ہے کہ زبیر زندہ رہے گا اور لمبی عمر پائے گا، لیکن حلاوہ مایوسی میں کہتی ہے کہ آج سولی پر اس کی لاش لٹکتی رہے گی۔ عبد اللہ کہتا ہے کہ پورے قرطبہ میں کوئی بھی ایسا نہیں جو زبیر کو پھانسی دینے کے لیے تیار ہو، اور حلاوہ کہتی ہے کہ قاضی کا حکم تو پھر حکم ہے۔

عبد اللہ قاضی کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آج کوئی بھی قاضی کے فتوے کی تعمیل نہیں کرے گا۔ حلاوہ اسے احمق کہتی ہے، لیکن وہ سولی پر لٹکی لاش کے خوفزدہ جذبات کو بیان کرتی ہے۔ حلاوہ کہتی ہے کہ زبیر اس کا جسم اور خون اس کے دودھ سے بنا ہے اور وہ اسے مردہ دیکھ چکی ہے۔

زبیر پر الزام ہے کہ اس نے قاضی کے مہمان کا قتل کیا ہے۔ عبد اللہ کہتا ہے کہ زبیر نے یہ قتل محبت کے لیے کیا کیونکہ لڑکی نے کسی کو ہاں نہیں کہا۔ پھانسی گھاٹ پر لوگوں کا ہجوم ہے، لیکن ڈھنڈورا نہیں بج رہا کیونکہ کوئی بھی قاضی کے فتوے کی تعمیل کرنے کو تیار نہیں۔

حلاوہ قاضی سے عفو و رحم کی التجا کرتی ہے، لیکن قاضی اس کی بات نہیں سنتا۔ آخر کار، قاضی خود فیصلہ کرتا ہے کہ زبیر کو پھانسی دینے کے لیے لے جایا جائے۔ زبیر اپنے باپ کے ہاتھ چومتا ہے، تختہ دار کھینچا جاتا ہے، اور وہ لٹک جاتا ہے۔ قاضی سر جھکائے واپس آتا ہے اور کانپ رہا ہوتا ہے، جبکہ حلاوہ کہتی ہے کہ یہ دروازہ اب کبھی بھی نہیں کھلے گا۔ اب ہم قاضی کو کبھی نہ دیکھ سکے گے۔

■ پیراگراف نمبر 1:

آج کے دن صرف شہر میں وہی شخص داخلی ہونے پائے گا جو کلام پاک کی قسم کھائے گا کہ اسے نو جوان زبیر کی سزا سے کچھ سروکار نہ ہوگا۔ سمجھی، کوڑھ مغز ہمارے آدمی تمام راستوں پر پھیل چکے، ایک ایک ناکے کو روک چکے۔ جس شخص نے قسم نہ کھائی کہ زبیر کا خون اس کے دوش پر نہ ہوگا، وہ اندر نہ گھنسنے پائے گا اور یہی جواب قاضی کے حکم پر خود اس کو دیا جائے گا۔ وہ قانون کا غلام ہو یا سلطان کا۔ آج کے دن اس کے فتوے کی تعمیل نہ ہونے پائے گی۔

سیاق و سباق:

یہ منظر اُس دن کا ہے جب زُبیر کو پھانسی دی جانے والی ہے۔ شہر میں عوام اور حکومتی اہلکار جمع ہیں، اور قاضی نے فیصلہ صادر کیا ہے کہ زُبیر کو سزا دی جائے۔ اس دوران قاضی نے یہ سوچا کہ اگر ہر شخص آزادانہ طور پر داخل ہو جائے تو ہجوم اور غیر ضروری مداخلت سے انصاف متاثر ہو سکتا ہے۔ اسی لیے قاضی نے ہر راستے پر نگراں مقرر کر دیے ہیں اور صرف ان لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی جو قسم کھائیں کہ انہیں زُبیر کی سزا سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اس کی احتیاط اور حکمت عملی کو ظاہر کرتا ہے۔

تشریح:

اس پیراگراف میں قاضی کی حکمت عملی اور انصاف پسندی واضح ہے۔ قسم لینے کا مقصد یہ تھا کہ کوئی بھی غیر جانبدار شخص زُبیر کی سزا میں مداخلت نہ کرے، تاکہ عدالتی عمل محفوظ اور منظم طریقے سے انجام پا سکے۔ تمام راستوں پر نگراں تعینات کرنا قاضی کی نظم و ضبط اور احتیاط کو ظاہر کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عوامی ہجوم غیر ضروری مسائل پیدا کر سکتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ اس دن قاضی نے خود اپنے فتوے کی تعمیل کو لازمی نہیں بنایا، چاہے کوئی قانون یا سلطان کا تابع ہو، جس سے اس کی خودمختاری اور انصاف کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔ پیراگراف یہ بھی دکھاتا ہے کہ قاضی نہ صرف قانون کا محافظ تھا بلکہ انصاف کے اصولوں پر بھی قائم رہا اور اس نے عوام کی حفاظت اور عدالتی عمل کے استحکام کو مقدم رکھا۔

■ پیراگراف نمبر 2:

ہوئی کو کون روک سکتا ہے؟ میری یہی آنکھیں نہیں جنہیں آنسوؤں نے بے نور کر دیا۔ میری اور آنکھیں ہیں جو دیکھ سکتی ہیں اور جو دیکھ چکی ہیں۔ سولی اور اس سے لٹکتی ہوئی لاش! میرا ننھا، میری جان ننھا! میرا سگیلا نوجوان! جس کا جسم میرے دودھ نے بنایا، جس کے خون اور ہڈیوں میں میرا دودھ ہے۔ میں اسے مردہ دیکھ چکی ہوں، کہتی جو ہوں کہ یوں ہی ہوگا۔ سچ نہ ہوتا تو یہ بات میری زبان سے نکلتی؟

سیاق و سباق:

یہ عبارت ایک ایسی ماں کے دل کی پکار ہے جو ظلم، ناانصافی اور جبر کے نظام کا شکار ہو چکی ہے۔ اس نے اپنے جوان بیٹے کو ظالمانہ سزا میں سولی پر چڑھتے دیکھا ہے۔ یہ مکالمہ اس وقت سامنے آتا ہے جب ماں اپنے دکھ، اپنے مشاہدے اور اپنی سچائی کو بیان کرتی ہے۔ وہ یہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ اس کے کہے ہوئے الفاظ کسی وہم یا اندیشے کا نتیجہ نہیں بلکہ اس تلخ حقیقت پر مبنی ہیں جسے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے۔ اس پس منظر میں یہ اقتباس ظلم کے خلاف ایک مضبوط احتجاج بن کر سامنے آتا ہے۔

تشریح:

اس عبارت میں ماں کے شدید جذبات، کرب اور بے بسی کو انتہائی اثر انگیز انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ماں کہتی ہے کہ اگرچہ اس کی آنکھیں آنسوؤں کی وجہ سے کمزور ہو چکی ہیں، مگر اس کے پاس وہ آنکھیں بھی ہیں جو حقیقت کو دیکھ چکی ہیں۔ وہ سولی اور اس پر لٹکتی ہوئی لاش کا ذکر کر کے اپنے ناقابل برداشت دکھ کو بیان کرتی ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو اپنا دودھ، اپنا وجود اور اپنی جان قرار دیتی ہے، جس سے ماں اور بیٹے کے گہرے رشتے کی شدت واضح ہوتی ہے۔ ماں کا یہ کہنا کہ اگر بات سچ نہ ہوتی تو اس کی زبان پر نہ آتی، اس کے مشاہدے اور یقین کو مضبوط بناتا ہے۔ یہ اقتباس ظلم کے نظام، ماں کی ممتا اور انسانی المیے کو نہایت دردناک اور حقیقت پسندانہ انداز میں اجاگر کرتا ہے۔

پیراگراف نمبر 3:

میری بوڑھی زبان سے اللہ تعالیٰ کا عفو و رحم کئی بار بولا لیکن ہر بار اس نے سننے والے کانوں کو بہرہ پایا۔ پر اب کی بار میری التجا سن مرد لیجیے یا مجھے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیجیے۔ میرے حضور! یہ وہ بد نصیب بول رہی ہے جس نے مجرم کی ماں کے اٹھ جانے کے بعد اولاد کی طرح اسے کلیجے سے لگایا۔ میرے حضور! خود آپ نے اسے مجھے دے ڈالا تھا۔ میں تھی جس نے اسے زندگی اور توانائی بخشی کہ وہ بڑھ کر مرد بنے۔ پروردگار! کیا آپ ہی مجھ سے وہ زندگی چھین لیں گے جسے میں نے زندگی بخشی تھی؟ اب وہ جوان ہے۔ آپ کا گوشتہ اب خون ہے۔ اسے زندہ نہیں رہنا تھا تو یہ سب میں نے کیا کیوں تھا؟ فریاد سننے والا باپ ہے تو پروردگار! اولاد کے لیے التجا میں کیوں کر رہی ہوں؟ وہ آپ کا ہے، میرا نہیں۔ اسے آپ نے پیدا کیا، میں نے نہیں۔ ایک اور عورت اسے جنے میں اس جہاں سے گزر گئی تھی۔

سیاق و سباق:

یہ اقتباس ایک ایسی مظلوم اور دکھی عورت کی دعا اور فریاد پر مشتمل ہے جو ظلم کے نظام اور بے رحم فیصلوں سے ٹوٹ چکی ہے۔ وہ اس نوجوان کی پرورش کرنے والی ماں ہے جسے مجرم قرار دے دیا گیا ہے اور جس کی جان خطرے میں ہے۔ یہ کلمات اس وقت ادا کیے جاتے ہیں جب وہ دنیا کی عدالتوں اور انسانوں سے مایوس ہو کر براہ راست اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کرتی ہے۔ اس سیاق میں یہ عبارت انسانی بے بسی، ماں کی ممتا اور خدائی انصاف کی امید کی عکاس ہے۔

تشریح:

اس اقتباس میں ایک ماں کی روح کو ہلا دینے والی التجا کو نہایت دردناک انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اس کی زبان بار بار اللہ کے عفو و رحم کی فریاد کرتی رہی، مگر دنیا کے کان بہرے رہے۔ اب وہ اللہ سے براہ راست مخاطب ہو کر یا تو اپنی دعا قبول کرنے یا پھر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دینے کی درخواست کرتی ہے۔ وہ یہ واضح کرتی ہے کہ وہ اس نوجوان کی حقیقی ماں نہیں، مگر اس کی ماں کے انتقال کے بعد اس نے اسے اپنی اولاد کی طرح پالا، اس کی پرورش کی اور اسے زندگی بخشی۔ اس کا سوال کہ اگر اسے زندہ نہیں رہنا تھا تو اس نے یہ سب کیوں کیا، اس کے دل کے شدید کرب کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ آخر میں یہ تسلیم کرتی ہے کہ اصل مالک اللہ ہے، بچہ اسی کا ہے، اس نے پیدا کیا ہے۔ یہ تشریح ماں کی بے پناہ محبت، انسانی ناانصافی اور خدا کے حضور مکمل سپردگی کو نمایاں کرتی ہے اور قاری کے دل پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔

■ پیراگراف نمبر 4:

تم لوگ سلطان کے نمک خوار ہو اور اطاعتِ سلطان کا حلف اٹھا چکے ہو! یہی صورت میری ہے۔ آج ایک شخص کو سولی دی جانی تھی... سولی دینے والا موجود نہیں۔ تم میں سے کون؟ سنتے ہو کیا کہہ رہا ہوں؟ اس کی جگہ تم میں سے کون لے سکتا ہے؟ کوئی جواب نہیں ملتا۔ کوئی شخص آمادہ نہ ہوا تو مجھے خود کسی ایک کو حکم دینا پڑے گا۔

سیاق و سباق:

یہ اقتباس اس موقع پر سامنے آتا ہے جب سلطان کے دربار میں ایک شخص کو سولی دینے کا حکم صادر ہو چکا ہے، مگر کوئی جلاذ یا اہلکار اس سزا کو نافذ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ سلطان یا اس کا نمائندہ دربار میں موجود افراد کو یاد دلاتا ہے کہ وہ سب سلطان کے وفادار ہیں اور اطاعت کا حلف اٹھا چکے ہیں۔ اس سیاق میں یہ گفتگو اقتدار، جبر اور خوف کی فضا کو واضح کرتی ہے جہاں حکم ماننا فرض سمجھا جاتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی ظالمانہ کیوں نہ ہو۔

تشریح:

اس عبارت میں طاقت اور اطاعت کے بے رحم نظام کو نمایاں کیا گیا ہے۔ بولنے والا یہ واضح کرتا ہے کہ جیسے درباری سلطان کے نمک خوار ہیں اور اس کے احکام کے پابند ہیں، ویسے ہی وہ خود بھی اسی نظام کا حصہ ہے۔ سولی دینے والے کے نہ ہونے پر سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کون اس ظالمانہ فرض کو ادا کرے گا، مگر خاموشی اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر شخص دل ہی دل میں اس ظلم سے خوف زدہ یا نالاں ہے۔ جب کوئی آگے نہیں بڑھتا تو حکم دینے والا یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی رضاکار نہ ہوا تو وہ خود کسی ایک کو چن لے گا۔ اس تشریح سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جابرانہ نظام میں فرد کی مرضی، ضمیر اور انسانیت کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، صرف حکم اور اطاعت باقی رہ جاتی ہے، جو پورے معاشرے کو اخلاقی زوال کی طرف لے جاتی ہے۔

■ پیراگراف نمبر 5:

وہ آ رہا ہے عورت دیکھا! قاتل آ رہا ہے اور اس کی روح پر کالی رات چھائی ہوئی ہے۔ قاضی داخل ہوتا ہے، لڑکھڑا رہا ہے، مگر انتہائی قوتِ ارادی سے سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ گلی میں سلاخوں والے دروازے کو دیکھ کر رک جاتا ہے، کھوئی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا ہے، پھر ضعف کو سنبھال کر آگے بڑھتا ہے۔ ایوان میں آتا ہے، مڑتا ہے اور سیڑھیاں چڑھنے لگتا ہے۔ اوپر کے دروازے تک پہنچتا ہے، اندر داخل ہوتا ہے، اندر سے زنجیر کھلنے اور تالے میں نجی گھومنے کی آواز آتی ہے۔ ذرا سی دیر میں اوپر کی منزل کی کھڑکی میں سے اس کا ہاتھ نکلتا ہے اور کھڑکی کو بند کر کے اندر سے مقفل کر لیتا ہے۔

سیاق و سباق:

یہ منظر اس وقت پیش آتا ہے جب قاضی اپنی اہم ذمہ داری کی جانب بڑھ رہا ہے، یعنی زبیر کی سزا کے نفاذ کے موقع پر۔ قاضی کے قدم لڑکھڑا رہے ہیں، مگر وہ اپنی قوتِ ارادی کے ذریعے خود کو قابو میں رکھتا ہے۔ یہ اس لمحے کی عکاسی کرتا ہے جب طاقت، خوف، اور اخلاقی دباؤ ایک ساتھ قاضی پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ دروازے اور کھڑکی کے تالے بند کرنے کا عمل یہ ظاہر کرتا ہے کہ قاضی اپنے آپ کو اور موقع کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ کوئی مداخلت نہ ہو۔

تشریح: اس عبارت میں خوف، ذمہ داری، اور اخلاقی جدوجہد کو واضح انداز میں دکھایا گیا ہے۔ قاضی کی لڑکھڑاتی حرکتیں اس کی انسانی کمزوری کو ظاہر کرتی ہیں، جبکہ اس کا خود کو سنبھالنا اور مقفل کرنا طاقت اور اختیار کی علامت ہے۔ تالے بند کرنے اور زنجیر کھلنے کی آوازیں دربار میں تناؤ اور ڈرامائی کشمکش کو بڑھاتی ہیں۔ قاضی کی یہ کارروائی یہ بھی بتاتی ہے کہ عدلیہ میں انصاف نفاذ کرنا محض قانونی عمل نہیں بلکہ ایک اخلاقی و نفسیاتی کشمکش بھی ہے، جہاں ہر فیصلہ زندگی اور موت سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

Note:

This chapter is designed to provide a solid foundation of knowledge, with the goal of deepening understanding and encouraging further exploration of the subject. The content has been carefully selected to support effective learning and inspire students to engage with the topic more deeply.

Author: Muhammad Asghar

Purpose: To contribute to education by offering insightful, valuable content that enhances learning and understanding.

Copyright & Usage Policy

© 2026 Muhammad Asghar. All rights reserved.

No part of these notes may be reproduced, redistributed, or used for commercial purposes without explicit written permission from the author. These notes are intended solely for personal study and educational use.